اپنے اندر عظمت کردار پیدا کریں اس سے احساس کمتری مٹ جاتا ہے۔ سفید و سیاہ فام کی تفریق احمدیت میں نہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶/اکتوبر ۱۹۸۷ء بمقام ڈیٹرائٹ مشی گن امریکہ)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کی:

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا
مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ
الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۲۸﴾
قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ
رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا
وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ
اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ
اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۳۰﴾
وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا
تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ
الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْۤ

اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚ
اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۳۲ (ہود: ۲۸-۳۲)

اور پھر فرمایا:

قرآن کریم کی جو آیات میں نے ابھی آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں ان میں اگر چہ ایک بہت ہی قدیم زمانے کا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے یعنی حضرت اقدس نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کا واقعہ لیکن قرآن کریم کی دوسری آیات سے اور تاریخی مطالعہ اور مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم تاریخی واقعہ کے طور پر ان آیات میں یہ ذکر نہیں چھیڑا بلکہ انسانی نفسیات کو ایک مستقل، دائمی رہنے والی حقیقت کے طور پر پیش کیا ہے کہ وہ حالات جو نوحؑ کے زمانے میں تھے ویسے ہی حالات انسان پر بار بار آتے ہیں اور ہر زمانے میں انسانی نفسیات وہی منظر دکھاتی ہے اور وہی معاملہ کرتی ہے جو اس زمانے میں کیا گیا۔

قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں ایک بہت بڑی تہذیب اور بہت بڑے تمدن کا دور دورہ تھا اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ معاملہ بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ ایک بہت ہی عظیم الشان تہذیب تھی جس کی مثال کم دکھائی دیتی ہے۔اس زمانے میں حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انکار کی جو وجوہات پیش کی گئیں ان میں ایک وجہ یہ بیان کی گئی جیسا کہ قرآن کریم کی ان آیات سے پتا چلتا ہے:۔

وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ

کہ ہم تو تجھے ایسا دیکھتے ہیں کہ ہماری نظر میں جو لوگ ذلیل ہیں، بے حیثیت ہیں وہی تیری پیروی کر رہے ہیں اور بڑے بڑے لوگوں میں صاحب علم، صاحب فضل اور امیر اور قوم میں معزز سمجھے جاتے ہیں وہ تیری اطاعت نہیں کر رہے، وہ تیرے پیچھے نہیں چل رہے۔ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ پس تمہیں ہم پر کیا فضیلت حاصل ہے۔ وہ جو کمزوروں اور غریبوں کا لیڈر رہے، وہ جس کے پیچھے وہ لوگ چلیں جنہیں دنیا پوچھتی نہیں، جن کا دنیا میں کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ ایسے لیڈر کو اور اس کے ماننے والوں کو انہوں نے کہا کہ ہم پر کیا عظمت حاصل ہو سکتی ہے۔ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ہم تو اس کا نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو۔ اگر سچے ہوتے تو دنیا کی بڑی بڑی قومیں اور عظیم الشان طاقتور

لوگ اور طاقتور لیڈر تمہاری پیروی کرتے۔اس کے جواب میں حضرت نوحؑ نے جو فرمایا قرآن کریم نے من وعن اسے محفوظ فرمایا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَالَ يٰقَوۡمِ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ كُنۡتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّىۡ وَاٰتٰٮنِىۡ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِهٖ فَعُمِّيَتۡ عَلَيۡكُمۡ ؕ اَنُلۡزِمُكُمُوۡهَا وَاَنۡتُمۡ لَهَا كٰرِهُوۡنَ ﴿۲۹﴾

کہ اے میری قوم! کیا تم یہ نہیں دیکھتے یا نہیں دیکھ سکتے یا کیوں اس بات کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ خدا تعالیٰ نے اگر مجھے یہ بیّنہ دے کر بھیجا ہے، روشن دلائل کے ساتھ بھیجا ہے اور مجھے رحمت عطا فرمائی ہے تو اگر یہ رحمت تمہیں دکھائی نہیں دے رہی، یہ فضیلت تمہیں نظر نہیں آرہی کہ قرب الٰہی ہی ہے جو سب نعمتوں کی جان ہے اور اللہ تعالیٰ کا پیار ہی ہے جو ہر دوسری چیز پر فضیلت رکھتا ہے۔تو میں تمہارے اس اندھے پن کا کیا علاج کروں؟ جو چیزیں تم بڑی دیکھتے ہو وہ مجھے چھوٹی دکھائی دے رہی ہیں۔جو خدا نے مجھے بڑی چیزیں عطا فرمائی ہیں وہ تمہیں دکھائی نہیں دے رہیں۔ اَنُلۡزِمُكُمُوۡهَا وَاَنۡتُمۡ لَهَا كٰرِهُوۡنَ کیسے میں تمہارے اندر زبردستی یہ باتیں داخل کر دوں؟ کیسے یہ نعمتیں میں تمہاری ذات کے ساتھ چمٹا دوں کہ تم ان سے الگ نہ ہوسکو یعنی خدا کی محبت اور اس کا پیار اور اس بات میں عظمت جاننا کہ جو شخص خدا کے قریب ہے وہی عظیم ہے۔ وَاَنۡتُمۡ لَهَا كٰرِهُوۡنَ تم تو ان باتوں کو کراہت کی نظر سے دیکھتے ہو۔پس جب تک تم کراہت کی نظر سے دیکھتے رہو گے میں بے اختیار ہوں، دل تو بہت چاہتا ہے مگر مجبور ہوں میں زبردستی تمہیں ان نعمتوں میں اپنا شریک نہیں کر سکتا اور پھر یہ فرمایا وَيٰقَوۡمِ لَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مَالًا میں تم سے ان خدمات کا جو میں قومی خدمات سر انجام دے رہا ہوں بھلائی کی تعلیم دے رہا ہوں دن رات تمہیں نصیحتیں کرنے میں مصروف ہوں تم سے کوئی مال کے طور پر اجر نہیں مانگ رہا یعنی اگر میری نظر میں تمہارے مالوں کی کوئی وقعت ہوتی تو میں یہ نیکی کے کام تم سے پیسے لے کر کرتا۔

ایک بہت ہی گہرا حکمت کا راز اس میں بیان فرما دیا گیا ہے جو آج بھی سچوں اور جھوٹوں کے درمیان ایک مابہ الامتیاز دکھا رہا ہے۔ جتنے دنیا میں نیکی کے نام پر بہت سے کام کرنے والے آپ

کو دکھائی دیں گے ان میں دو ہی قسم کے لوگ ہو سکتے ہیں یا وہ جو اپنی طرف سے خرچ کریں، قربانیاں کریں اور پھر نصیحت کریں۔ کچھ وہ جن کو بڑی بڑی حکومتیں لاکھوں کروڑوں روپے دے رہی ہوں کہ جاؤ اور بنی نوع انسان کو ہدایت دو۔ تو وہ لوگ جن کے پاس پیسہ آئے تو وہ خدمت کریں پیسہ نہ آئے تو ان کی خدمتیں ختم ہو جائیں۔ نفسیاتی لحاظ سے یہ قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کی نگاہ میں پیسے کی قیمت ہے، بنی نوع انسان کی بھلائی کی قیمت نہیں۔

اس پہلو سے جب آپ جماعت احمدیہ کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو مغربی قوموں میں بھی اور مشرقی قوموں میں بھی جماعت احمدیہ اس وقت بھلائی کا پیغام لے کر نکلی جب کے انتہائی غریب تھی اور کوئی دنیا میں مالی لحاظ سے اس جماعت کا مددگار نہیں تھا۔ جس زمانے میں امریکہ جیسی بڑی اور عظیم مملکت کو ہدایت کا پیغام دینے کے لئے بھجوایا گیا، حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کو بھجوایا گیا۔ قادیان میں یہ حال تھا کہ بعض دفعہ چھ چھ مہینے کے لئے کارکنوں کو تنخواہ دینے کے لئے پیسے نہیں ہوا کرتے تھے۔ واقعۃً گھروں میں فاقے پڑنے لگ جاتے تھے اور پھر حضرت مصلح موعودؓ تحریک فرماتے تھے جماعت کے امراء سے کہ امانتاً کچھ بھجوا دو جب خدا نے توفیق دی ہم تمہیں واپس کر دیں گے لیکن سلسلے کے کارکنوں کی غریبانہ حالت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ چنانچہ ان دردناک اپیلوں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ فضل فرماتا بعض صاحب حیثیت لوگوں کے دل کھلتے، کچھ ویسے رقمیں بھجوا دیتے کچھ امانت میں رقمیں بھجوا دیتے۔

چنانچہ تاریخ احمدیت کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ سالہا سال تک ایسی کیفیت گزری کہ قرضوں کے اوپر سلسلے کے خدمت کرنے والوں کے گزارے ادا ہوتے رہے جو کہ بہت ہی معمولی گزارے تھے۔ آج جو واقفین کو گزارے ملتے ہیں ان کی ان گزاروں کے ساتھ کوئی مماثلت نہیں۔ بمشکل زندہ رہنے کے لئے گزارے تھے اور وہ بھی جیسا کہ میں نے بیان کیا کئی مہینوں نہیں مل سکتے تھے۔ اس وقت احمدیت نے امریکہ جیسی عظیم مملکت کو اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے ایک درویش بھجوایا۔ یہ وہ بات ہے جو حضرت نوحؑ ان کو سمجھانے کی کوشش کرتے رہے کہ ہم تو مال کی طرف ادنیٰ سی لالچ کی نگاہ بھی نہیں کرتے۔ تمہارے اموال سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہم تو خود قربانیاں دے رہے ہیں اور پھر تمہیں نصیحت کر رہے ہیں تم کیوں اس بات کو نہیں سمجھتے۔ کیوں نہیں سمجھتے کہ مال

میں فضیلت نہیں ہے بلکہ انسان کی شرافت میں فضیلت ہے، خدا سے تعلق میں فضیلت ہے اور اب تم یہ کہتے ہو کہ مال والوں کی عزت کریں اور وہ لوگ جو خدا کی خاطر سب کچھ قربان کر کے میرے سامنے خدا کے دین کی نصرت کے لئے حاضر ہوئے ان کو میں دھتکار دوں اس لئے کہ وہ غریب ہیں، اس لئے کہ وہ بے حیثیت ہیں، اس لئے کہ ان کے رنگ کالے ہیں یا پھر اور حیثیت ایسی ہے کہ چونکہ اس زمانے میں بھی بہت بڑی بڑی قوموں کو جو سیاہ فام بھی تھیں اور دوسرے رنگوں سے بھی تعلق رکھتی تھیں غلام بنا کر امیر قومیں خدمت پر لگایا کرتی تھیں، یہ بھی کوئی نئی بات نہیں ہے۔

تو فرمایا جن کو تم ویسے ہی حقارت سے دیکھتے ہو نہ ان کے پاس مال، نہ ان کے پاس عزتیں، نہ ان کے پاس قومی فضیلت ایسی پائی جاتی ہے جس کے نتیجے میں تم ان کی عزت کر سکو اور مجھے کہتے ہو کہ میں بھی ان کو ذلیل دیکھوں تب تم میرے بات سنو گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام معزز قوم کے فرد تھے جو اس زمانے میں حاکم تھی، جس کی عزت کی جاتی تھی، جس کو ایک قومی نوع کی فضیلت حاصل تھی۔

پس ان کی قوم نے ان پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ اگر ہمارے رہتے ، ہم لوگوں میں کام کرتے ، ہم تمہیں مانتے تو یہ بات درست تھی کہ تمہیں ایک درجہ اور ایک عظمت حاصل ہوتی۔ مگر تم تو ہر کس و ناکس ، ہر غریب جو تمہاری مدد کے لئے آتا ہے اسے گلے سے لگا لیتے ہو، اس کی عزت شروع کر دیتے ہو گویا تم قوم کی ناک کاٹ رہے ہو۔ اس لئے ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے جواب میں حضرت نوحؑ نے فرمایا۔ تم نہیں جانتے کہ ان کو خدا تعالیٰ نے کیسے مراتب عطا فرمائے ہیں۔ میرا اجر بھی اللہ پر ہے وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا میں ہرگز کسی قیمت پر خدا پر ایمان لانے والوں کو کبھی دھتکار نہیں سکتا۔ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ یہ یقیناً اپنے خدا کو پا لیں گے اور جو اپنے رب کو پا لے اس سے بڑا مرتبہ کسی کو اور کیا نصیب ہو سکتا ہے۔ ہاں! بات یہ ہے کہ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ میں تو تمہیں بہت ہی جاہل اور بیوقوف پاتا ہوں۔ تمہیں معلوم ہی نہیں ہے کہ کتنی نعمتیں تمہیں عطا کی جانے والی تھیں اور ان کو دھتکار کر تم کتنی ذلیل اور کمینی باتوں میں پڑ گئے ہو اور پھر یہ فرمایا۔ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کہ صرف یہ بات نہیں ہے کہ میں طبعاً ان لوگوں سے، ان غریبوں سے محبت رکھتا ہوں

جو خدا کے بندے بن رہے ہیں بلکہ تمہیں ایک اور بات بھی بتاتا ہوں کہ اگر کسی کی طبیعت میں یہ بات داخل نہ بھی ہوا گر وہ ان کو نیچی نگاہ سے دیکھے گا اور گھٹیا سمجھے گا تو خدا کی پکڑ سے پھر اس کو کوئی نہیں بچا سکتا، کوئی مدد پھر اس کو غیب کی طرف سے نصیب نہیں ہوگی۔ فرمایا وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ پھر اللہ سے مجھے بچائے گا کون؟ کون میری حفاظت کرے گا خدا تعالیٰ کی پکڑ سے۔ اگر میں نے ان غریبوں کو دھتکار دیا اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ پھر تم کیوں نصیحت نہیں پکڑتے۔

پھر اسی مال والے پہلو کو نمایاں کرنے کے لئے آپ نے فرمایا:۔

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ

کہ میں تمہیں یہ تو نہیں کہتا کہ میرے پاس خزائن ہیں، دنیا کے خزانے اور بڑے اموال ہیں تم وہ خزانے میرے پاس آ کے لو اور میں یہ بھی نہیں کہتا کہ میں خود بذاتہٖ غیب کی خبریں رکھتا ہوں، نہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں کوئی فرشتہ ہوں۔ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا لیکن میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ جن لوگوں کو تم نے غربت کی وجہ سے ذلیل جانا ہے خدا انہیں مال و دولت نہیں عطا فرمائے گا۔

یہ ایک طرز بیان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ باقی باتوں کا تو مجھے کچھ پتا نہیں میں عالم الغیب نہیں، نہ میں فرشتہ ہوں تم لوگوں کی طرح ایک انسان ہوں جسے خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے نعمتیں عطا کیں یعنی روحانی نعمتیں اور میرے پاس خزائن نہیں ہیں لیکن خدا ایک وقت ضرور لائے گا کہ میرے ماننے والوں کے گھر خزانوں سے بھر دے گا کیونکہ خیر سے مراد دنیا کی دولت ہوتی ہے۔ جس طرح حسنہ سے مراد اول معنوں میں نعمتیں جو اخلاقی نعمتیں ہوں یا روحانی نعمتیں ہوں اول معنوں میں حسنہ سے مراد وہی نعمتیں ہوا کرتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں دنیاوی نعمتیں بھی بعض دفعہ اس کے دائرے میں شمار کی جاتی ہیں لیکن اول طور پر حسنہ کا معنی نیکیاں اور خوبیاں اور روحانی اور مذہبی نعمتیں ہیں نہ کہ دنیاوی نعمتیں اور اکثر قرآن کریم نے لفظ خیر پہلے درجے میں دنیاوی نعمتوں کے طور پر استعمال کیا

ہے، دنیاوی اموال کے معنوں میں استعمال کیا ہے اگر چہ اس کے ساتھ دوسرے معنی بھی وابستہ ہیں۔

تو اس مضمون سے پتا چلتا ہے کہ حضرت نوحؑ یہ پیغام دے رہے تھے کہ آج واقعۃً میرے پاس کوئی خزانے نہیں ہیں، آج میرے پاس واقعۃً علم غیب نہیں ہے اور میں فرشتہ بھی نہیں ہوں جو خدا تعالیٰ کے غیب میں خدا تعالیٰ کی عطا کے مطابق کسی نہ کسی حد تک شریک ہوا کرتا ہے یعنی شریک کا لفظ تو نہیں کہنا چاہئے لیکن فرشتوں کو جیسا کہ قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ غیب کا انسانوں کی نسبت زیادہ علم دیا جاتا۔ یہ سب کہنے کے باوجود آپ کا یہ فرمانا کہ میں ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان کو دنیا کی دولتیں نہیں دی جائیں گی۔ یہ طرز بیان جو عربی زبان سمجھتے ہیں یا انگریزی میں بھی بعض اوقات ایسی طرز بیان کو استعمال کیا جاتا ہے جتنا منفی میں شدت رکھتی ہے اتنا ہی مثبت میں بھی شدت کے معنی پیدا کر دیتی ہے۔ جب آپ کہتے ہیں میں ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ کبھی تمہیں خدا نہیں دے گا اس کا مطلب ہے میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ لازماً تمہیں خدا بہت زیادہ دے گا۔ چنانچہ فرمایا کہ ہم غریبوں کے بعد آنے والی نسلیں ہیں جن کو خدا تعالیٰ دنیا کے اموال بھی کثرت سے عطا فرمائے گا۔ پس اگر اسی میں تمہاری دلچسپی ہے تو ہم تمہیں بتا دیتے ہیں کہ کل تم غریب کئے جانے والے ہو اور یہ لوگ امیر کئے جانے والے ہیں۔

آخر پر فرمایا اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ دلوں کی قیمت ہوا کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ ان کے دلوں پہ کیا گزر رہی ہے وہ کیسی کیسی اس سے محبت رکھتے ہیں، کیسی کیسی قربانی کا جذبہ رکھتے ہیں۔ اگر آج ان کے پاس نہیں ہے اس کے باوجود یہ سب کچھ فدا کرنے کی تمنا رکھتے ہیں۔ پس خدا تو دلوں پہ نظر رکھنے والا اور دلوں سے پیار کرنے والا ہے۔ اگر میں ان باتوں کی طرف متوجہ نہ ہوں اور خدا کی طرح ان سے سلوک نہ کروں اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ میں تو پھر بہت ہی گھاٹا کھانے والا اور ظلم کرنے والا بن جاؤں گا۔

جیسا کہ ان آیات کے ایک مختصر تفسیری ترجمہ سے آپ پر ظاہر ہو گیا ہو گا حضرت نوحؑ کا زمانے کتنا پرانا ہے، کتنی قدیم کی باتیں ہیں لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ آج کل خود اسی ملک میں امریکہ کے حالات پر یا امریکہ کے حالات کو سامنے رکھ کر یہ مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔ یہاں بھی ایسی قوم بستی ہے جس کو دنیا حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے۔ خود ان کے اہل وطن جو نسبتاً سفید فام ہیں ان کے

ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں کہ اگرچہ قانون ان کو بعض حقوق دلواتا ہے، آزادیاں دیتا ہے، ان کو برابر کا مواقع میں شریک قرار دیتا ہے لیکن عملاً یہ خستہ حال ہیں اور گلیوں اور کارخانے کے کمترین کام کرنے والوں میں آپ کو یہ دکھائی دیں گے۔ جہاں تک اقتدار کا تعلق ہے حقیقت میں اقتدار کی کنجیاں سفید فام لوگوں کے ہاتھ میں ہیں اور اس کے نتیجے میں یہ بہت ہی بے چینی کا شکار ہیں۔

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے اسلام چونکہ ایک عالمی مذہب ہے اس لئے رنگ اور نسل کی تمیز نہیں کرتا۔ جیسے اس بات کی تعلیم نہیں دیتا کہ رنگ اور نسل کے لحاظ سے کسی دوسری قوم کی تحقیر کی جائے اسے ذلیل سمجھا جائے اسی طرح اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ رنگ اور نسل کی بنا پر کسی قوم سے انتقام لیا جائے اور اس سے انصاف کا سلوک نہ کیا جائے اور اپنی قوم کو انتقامی تعلیم دی جائے۔ اسلام ایک توازن کا مذہب ہے اس لئے جب میں یہ تفریق کر کے آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں تو ہرگز مراد یہ نہیں کہ احمدیت ایک طرف ہے اور دوسری طرف نہیں ہے۔

احمدیت کے نزدیک خدا کے سب بندے برابر اور یکساں ہیں لیکن اگر کوئی احمدیت تفریق کرتی ہے تو ظالم اور مظلوم کے درمیان کرتی ہے، ایک رنگ اور دوسرے رنگ کے درمیان نہیں کرتی۔ لیکن اس وقت میں اس کی تفصیل میں بھی نہیں جانا چاہتا۔ میں آپ سے ان دونوں سے جو بحیثیت احمدی یہاں موجود ہیں خواہ وہ کسی رنگ سے تعلق رکھتے ہوں سیاہ رنگ سے تعلق رکھتے ہوں یا نسبتاً کم سیاہ رنگ سے تعلق رکھتے ہوں یا بالکل سفید رنگ سے تعلق رکھتے ہوں۔ ان سے میں ان آیات میں بیان کردہ مضمون کی روشنی میں کچھ اہم باتیں کرنی چاہتا ہوں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ وہ پاکستانی خصوصیت کے ساتھ جو باہر سے تشریف لائے اور یہاں آباد ہوئے وہ بھی ایک قسم کے Complex کا شکار ہیں یعنی احساس کمتری صرف رنگ کے سیاہ ہونے سے نہیں ہوا کرتا بعض دفعہ رنگ کے کم سیاہ ہونے سے بھی ایک احساس کمتری پیدا ہو جاتا ہے۔ احساس کمتری تو دل کے چھوٹا ہونے کا نام ہے، نظر کے چھوٹا ہونے کا نام ہے۔ خواہ یہ دل کا چھوٹا پن، اور نظر کا چھوٹا پن کالے رنگوں میں پایا جائے یا سفید رنگوں میں پایا جائے یا درمیان کے رنگوں میں پایا جائے اس کا مظہر ایک ہی ہوگا یعنی احساس کمتری اور دنیا کے معاشرے کی بہت سی بیماریاں احساس کمتری کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں لیکن سب سے زیادہ مذہب کی دنیا میں اگر کوئی قوم یا بعض

قومیں احساس کمتری کا شکار ہو جائیں تو اس کے نہایت ہی خوفناک نتیجے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ جیسا کہ آپ نے ان آیات میں سنا ہے احساس کمتری اور سچائی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ ایک دوسرے کے ایسے شدید دشمن ہیں کہ بیک وقت دونوں پنپ ہی نہیں سکتے۔ احساس کمتری کے نتیجے میں صداقت کھائی جاتی ہے جس طرح گھن کھا جاتا ہے بعض چیزوں کو اسی طرح احساس کمتری ایمان کو کھا جاتا ہے، صداقت کو کھا جاتا ہے، شرافت کو کھا جاتا ہے اور بعض دفعہ یہ احساس کمتری مخفی ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی باہر سے پاکستانی ہو یا غیر پاکستانی، بنگال سے آئے ہوئے ہوں یا عرب سے آئے ہوئے ہوں وہ آ کر یہ محسوس کریں کہ ان کے حالات نسبتاً ان لوگوں سے اچھے ہیں جنہیں سیاہ فام کہا جاتا ہے اور ان کے رنگ بھی نسبتاً ان سے سفید فام قوموں کے قریب تر ہیں اور لاشعوری طور پر اس کے نتیجے میں وہ یہ سمجھنے لگیں کہ ہم چونکہ اتنے کالے نہیں اور چونکہ اتنے غریب نہیں اس لئے ہم سفید فام لوگوں میں ملنے کے زیادہ اہل ہیں اور وہ ہمیں زیادہ قرب عطا کریں گے اس لئے اصل سوسائٹی ہماری ان کی ہے۔ ان سے تعلق بڑھائیں تو ہمیں ان دوسروں پر ایک فضیلت حاصل ہے حالانکہ وہ ان کی قوم سے تعلق رکھنے والے ہیں۔

یہ احساس بسا اوقات میں نے دیکھا ہے شعوری طور پر پیدا نہیں ہوتا۔ ورنہ ایک احمدی اگر شعوری طور پر یہ بات سوچے تو وہ احمدی رہتا ہی نہیں۔ وہ اسی وقت بد دیانت اور بے ایمان ہو جاتا ہے کیونکہ وہ قرآن کریم کی بنیادی تعلیم سے روگردانی کرتا ہے لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا انسان ہزار دھوکوں کا شکار ہے۔ ایسی غفلتوں کا شکار ہے کہ اس کی آنکھ نہیں کھلتی بعض دفعہ موت کا قرب بعض دفعہ آنکھ کھول کر اسے ایسا پیغام دیتا ہے کہ وہ حیران رہ جاتا ہے کہ ساری عمر میں نے گزاری اور مجھے محسوس نہیں ہوا کہ میں کیسی عمر گزار کے آیا ہوں۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان کو اس کے حالات کا تجزیہ کر کے اسے تفصیل سے سمجھایا جائے کہ تم کیا کر رہے ہو اور کیوں کر رہے ہو اور کیوں تمہیں یہ نہیں کرنا چاہئے۔

اس لئے میں ہر پاکستانی یا غیر امریکن نیم رنگ رکھنے والے کو مخاطب نہیں ہوں یعنی مخاطب تو سب کو ہوں لیکن ہر ایک کو ملزم قرار نہیں دے رہا۔ مگر کم فہمی کے نتیجے میں ایسا ہوتا ضرور ہے اور ایک بڑی تعداد ایسے امراض کا شکار ہو جاتی ہے۔ ایک دفعہ بہت پرانی بات ہے۔ اس زمانے میں ابھی بہت کم پاکستانی یہاں آنے لگے تھے۔ ایک پاکستانی نے مجھ سے بیان کیا کہ امریکہ میں جو سب سے بڑی ایک Problem یعنی ایک سب سے بڑا مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ اس کے نزدیک **نعوذ باللہ** من

ذالک ہمارے مبلغین نے یہ غلطی کی کہ پہلے سیاہ فام لوگوں میں تبلیغ شروع کر دی اور اس کے نتیجے میں وہ جوق در جوق شامل ہونے شروع ہوئے چنانچہ خود اپنے ہاتھوں سے سفید فام قوموں کے لئے رستے بند کر دیئے۔ اس کے اندر وہ احساس کمتری پایا جاتا تھا جو نوحؑ کی بظاہر غالب قوم کے اندر پایا جاتا تھا۔ اس کے اندر وہ جاہلانہ بات تھی کہ جو نسبتاً کم عزت رکھنے والی قومیں ہیں وہ خدا کی ہو بھی جائیں تب بھی وہ ذلیل ہی رہیں گے گویا کہ اور سفید فام آئیں گے تو دین کو عزت ملے گی سفید فام نہیں آئیں گے تو دین ذلیل رہے گا۔ وہ بات کرنے والا ایک ذلیل سوچ رکھنے والا تھا۔ میرا دل متلانے لگا کہ کس قسم کی بات کر رہا ہے۔

قرآن کریم تو فرماتا ہے کہ میرے باشعور بندے ہزار ہا سال پہلے بھی ایسے روشن دماغ رکھتے تھے کہ وہ جانتے تھے کہ سچی فضیلتیں کن باتوں میں ہیں، وہ جانتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ غریبوں کو توفیق دے اور کم نظروں کو، چھوٹا دکھائی دینے والوں کو توفیق دے تو وہ خدا سے ایسی عزت پاتے ہیں کہ تمام دنیا پر وہ فضیلت پا جاتے ہیں۔ ان کے آنے سے دین کو عزت ملتی ہے ان کے جانے سے دین کی ذلت ہے اور جو دین کو چھوٹا دیکھتے ہیں ان کے نہ آنے میں دین کی عزت ہے اور پھر یہ کہ ان پر دروازے کیسے بند کئے جا سکتے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کسی قوم کو ایک فضیلت عطا کرے اور وہ نیکی کی طرف آگے بڑھے اور قربانیوں کی طرف آگے بڑھے تو اس بنا پر ان پر دروازے بند کئے جائیں کہ تمہارا رنگ مختلف ہے، تمہاری قومی حیثیت مختلف ہے، تم غریب لوگ ہو۔ یہ دروازے ظاہراً بعض دفعہ نہیں بند کئے جاتے بعض دفعہ دلوں پر تالے پڑتے ہیں اور رجحان بند ہو جاتے ہیں۔ ان کی طرف دیکھنے والی نگاہیں مجرم ہو جاتی ہیں۔ ان کو محبت سے سینے سے لگانے کی بجائے وہ ایک ہلکی سے دوری محسوس کرتے ہیں، ایک پردہ سا بیچ میں حائل کر دیتے ہیں۔

پس ظاہری طور پر کبھی ایسا واقعہ نہیں سنا ہو گا آپ نے کہ ان لوگوں میں سے احمدی ہوئے ہوں اور ان پر دروازے مسجد کے بند کر دیئے جائیں کہ تم نے نہیں آنا۔ لیکن ایسے واقعات آپ نے ضرور دیکھے ہوں گے اور اگر آپ اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھیں تو ہو سکتا ہے آپ کو اپنے اندر بھی ایسی بد نصیبی کبھی دکھائی دے وے کہ آپ نے اپنی روح کے دروازے ان پر کچھ بند کئے یا بھیڑ دیئے کم از کم۔ اگر مقفل نہیں کئے تو نہیں چاہا کہ یہ کھلے ہوں اور یہ شوق سے آپ کے اندر داخل ہوں۔ اس

رجحان کے نتیجے میں جماعت احمدیہ کو اتنا شدید نقصان پہنچا ہے کہ آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ حضرت نوحؑ کی یہ بات کتنی سچی ہے آپ نے فرمایا ویقوم من ینصرنی من اللہ ان طردتھم۔ اگر میں نے ان کو دھتکارا تو یہ اتنا بڑا جرم ہے خدا کی نگاہ میں کہ پھر خدا جب اپنی تقدیر جاری کریگا تو تم میں سے کوئی میری مدد نہیں کر سکے گا۔

کتنا خوشخبریوں سے بھرا ہوا عظیم الشان زمانہ تھا جب حضرت مفتی محمد صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں تشریف لائے اور جوق در جوق اور قوم در قوم ان لوگوں نے جن کو سیاہ فام کہا جاتا ہے احمدیت کے لئے اپنے دروازے کھول دیئے، اپنے سینے وا کر دیئے۔ اس زمانے میں تار کا خیال بہت شاذ آیا کرتا تھا عموماً خطوں کا زمانہ تھا بلکہ لوگ تار کو اتنا بڑا واقعہ سمجھتے تھے کہ تار دینے کی بجائے خط میں لکھا کرتے تھے کہ آپ اس خط کو تار سمجھیں یعنی ہے تو بہت بڑی Urgency، بہت ہی شدت کی ضرورت ہے لیکن تار تو بہت بڑی بات ہے اس لئے آپ مہربانی فرما کر میرے خط کو یہ تار سمجھ لیں اور ہمارے دیہات میں خصوصاً پنجاب میں یہ تو عام محاورہ تھا۔ اس زمانے میں اتنا Excite ہو گئے حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تاروں پر تاریں دینے لگے۔ آج یہاں انقلاب آ گیا آج وہاں انقلاب آ گیا یہاں اب جوق در جوق لوگ شام ہوئے وہاں قوم در قوم لوگ شامل ہونا شروع ہوئے۔

اس زمانے میں حضرت مصلح موعودؓ کے خطبے سنیں کس طرح حمد سے بھرے ہوئے ہیں۔ ایک غریب جماعت جس کے کارکنوں کو کھانے کی روٹی بھی میسر نہیں اس کی بھی کوئی ضمانت نہیں، اس کا ایک غریب نمائندہ ایک امیر ترین ملک میں جاتا ہے اور وہاں سے خوشخبریاں بھیج رہا ہے کہ خدا کے فضل سے ان قوموں کے دل کھل رہے ہیں۔ کسی نے ان سے یہ سوال نہیں کیا کہ کالے آ رہے ہیں کہ سفید آ رہے ہیں۔ کسی نے مفتی محمد صادق سے نہیں پوچھا کہ تم نے حکمت عملی کیا اختیار کی کہیں یہ تو نہیں کیا کر رہے کہ کالوں کو قبول کر رہے ہو اور سفید پیچھے رہ جائیں۔ ہر آنے والا خدا کا بندہ تھا اور خدا کے بندے کے طور پر خدا کے بندے دونوں ہاتھوں سے اسے سینے سے لگا کر قبول کیا کرتے تھے۔ ہر آنے والا تقویٰ کی رونقیں ساتھ لے کر آتا تھا اور ہر تقوے والا مقابلۃً اسے تقویٰ کے نور سے اسے اور بھی زیادہ مزین کرتا چلا جاتا تھا۔

یہ وہ دور تھا اگر یہ اسی طرح جاری رہتا تو بعید نہیں تھا کہ آج اس ملک کی ایک بھاری تعداد

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ احمدی اسلام میں داخل ہو چکی ہوتی اور بجائے اس کے کہ یہ ملک دنیا میں برائیاں پھیلانے کا اڈا بنا ہوا ہوتا، بجائے اس کے کہ دنیا میں گند پھیلانے کے لئے یہاں سب سے بڑی صنعتیں قائم ہوتیں۔ یہاں سے دنیا کے لئے رحمتیں بانٹی جاتیں، دنیا یہاں سے نعمتیں حاصل کرتی، دین کی بھی اور دنیا کی بھی۔ اور عظیم الشان محسن کے طور پر یہ ملک دنیا کے سامنے ابھرتا۔ جتنی اس قوم کی تعداد ہے، وہ اتنی بڑی طاقت ہے اگر وہ اسلام کے رنگ میں رنگین ہو کر اسلامی تہذیب سے وابستہ ہو جائیں اور اس رنگ ڈھنگ کو اپنے لئے اختیار کر لیں اور خلافت کی تنظیم سے وابستہ ہو جائیں تو دنیا کی سب سے بڑی طاقت بن سکتی ہے اور کوئی دنیا کی سازش، کوئی دنیا کی طاقت ان کو دبا نہیں سکتی۔ پھر اس طرح ابھریں گے کہ ناممکن ہے کہ ساری دنیا بھی چاہے تو ان کو دبا دے۔ اسلام میں اگرچہ بظاہر ابھرنے کی تعلیم نہیں ہے بظاہر بغاوت سے منع کیا گیا ہے اور انکسار بتایا گیا ہے Humility سکھائی گئی ہے کہ عاجز بندے بنو اور اسلام بتاتا ہے کہ خدا کو عجز کی راہیں پسند ہیں لیکن اس میں ایک بہت بڑا حکمت کا ایک راز ہے کہ وہ قومیں جو خدا سے محبت کے نتیجے میں عاجز بنتی ہیں ان کے اندر خدا کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے، ان کو خدا اپنی عظمتیں عطا کرتا ہے اور کوئی دنیا کی قوم نہیں ہے جو ان لوگوں کو دبا سکے جن میں خدا کی طاقت پیدا ہو جائے۔

اس لئے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آج دنیا کی تقدیر کا نقشہ بدل چکا ہوتا۔ آج اور مسائل دنیا میں ہو رہے ہوتے، آج امریکہ کے میدان سے اسلام کا سورج طلوع ہو رہا ہوتا اور وہ جو آپ باتیں سنتے تھے کہ مغرب سے سورج طلوع ہوگا۔ آپ اپنی آنکھوں سے اس کو ظہور ہوتے ہوئے دیکھ لیتے۔ چھوٹی چھوٹی بدنصیبیاں ہیں۔ اپنے ہی مرضوں کا شکار بعض لوگ اپنے آپ کو دنیا کی فضیلت کے نتیجے میں افضل سمجھنے لگ جاتے اور اب خدا کے ان بندوں سے جو دنیا کے لحاظ نسبتاً ان کے کم درجے پر ہوں ان سے تکبر کا سلوک کرتے۔ اگر آپ ان میں سے نہیں ہیں جنہوں نے تکبر کا سلوک کیا تو پھر بھی جیسی محبت کا سلوک چاہئے تھا، جیسے سینے سے لگانے کی ضرورت تھی ویسا آپ نے نہیں کیا۔ چنانچہ بعد میں اسلام کے جھوٹے Version بھی آنے شروع ہوئے یعنی مصنوعی اسلام کے نام پر آنے والی تنظیمیں جو اس وقت یہاں داخل ہوئی ہیں جب ان کو دولت دی گئی ہے کہ جاؤ اس دولت کے ذریعے امریکہ میں جا کر اسلام کا پیغام پہنچاؤ۔ حضرت نوحؑ کا یہ بیان اگرچہ ان کو جھوٹا بتا رہا ہے اگرچہ بتا رہا ہے کہ

جب تک تمہارے پاس دولت نہیں آئی تم کیوں اس میدان میں نہیں نکلے اس لئے تم قوموں کی بھلائی کے جذبے سے نہیں نکل رہے دولت کی خاطر پیسے لے کر اب نکل رہے ہو تبلیغوں کے لئے۔ اس کے باوجود چونکہ جماعت احمدیہ نے ایک میدان خالی چھوڑ دیا تھا۔ اس لئے جوق در جوق یہ لوگ ان کی طرف جانے شروع ہوئے اور ایک بہت بڑی طاقت بن گئے مگر بدنصیبی سے کیونکہ متقی سیادت ان کو نصیب نہیں ہے، متقی لیڈر شپ نصیب نہیں ہے۔ اس لئے وہ لوگ ان کو اسلام میں داخل کر کے انکو غلط کاموں کے لئے استعمال کرنے لگے۔ سیاست کے فائدے اٹھانے کے لئے ان کو جرائم پر آمادہ کیا جاتا ہے، ان سے خوفناک کام لئے جاتے ہیں، ان کو غلط تصور دیئے جاتے ہیں نیکی کے اور ہر وہ بات جو اسلام نے غلط قرار دی اس کی طرف باقاعدہ منظّم طریق پر ان کو تیار کیا جارہا ہے۔ کوئی کسی لیبل کے نیچے مسلمان ہو رہا ہے کوئی کسی لیبل کے نیچے مسلمان ہو رہا ہے اور ہر پیسے دینے والے کا اپنا ایک ذاتی مقصد ہے، ایک سیاسی مقصد ہے کہ ان کو ہم استعمال کریں لیکن یہ وہ جانتے ہیں کہ ہے بہت بڑی طاقت۔ یہ طاقت اگر احمدیت میں داخل ہوتی تو اس سے لاکھوں گنا بڑی طاقت بن جاتی کیونکہ یہ طاقت خدا کے ہاتھ میں آجاتی۔ بندوں کے ہاتھ میں جب طاقتیں آتی ہیں تو وہ ہمیشہ برائی کیلئے استعمال ہوتی ہیں۔ خدا کے ہاتھ میں جب طاقتیں آتی ہیں تو وہ ہمیشہ بھلائی کے بے شمار سرچشمے ان طاقتوں سے پھوٹتے ہیں اور ساری دنیا کو سیراب کر دیا کرتے ہیں۔

اس لئے میں سمجھتا ہوں میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کس کا قصور تھا کہ کس کا نہیں تھا یا کس کا آج قصور ہے یا کس کا نہیں ہے۔ مگر میں یہ آپ کو بتاتا ہوں کہ قرآن کریم نے یہ جو واقعہ بیان کیا ہے یہ ایک ہمیشہ کی سچائی ہے۔ قرآن کی نظر دلوں پر ہے کیونکہ یہ خدا کا کلام ہے اور جیسا جو کچھ نوحؑ کے زمانے میں ہو گزرا وہ سب کچھ آج بھی یہاں ہوسکتا ہے اور ہوسکتا ہے ہو رہا ہے۔ اس لئے ہم نتائج کے لحاظ سے جانچ سکتے ہیں۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ فلاں نے یہ ظلم کیا یا فلاں مبلغ سے یہ غلطی ہوئی یا فلاں آنے والے نے یہ قصور کیا مگر میں یہ جانتا ہوں کہ ہم سب سے کوئی اجتماعی قصور ضرور ہوا ہے ورنہ آج اس حالت میں ہم احمدیت کو یہاں نہ دیکھتے۔ اس لئے اس نظریے کو تبدیل کریں۔ اس لئے نہیں کہ آپ نے ان کو حاصل کرنا ہے۔ اس لئے کہ آپ ہلاک ہو جائیں گے اگر آپ نے یہ نظریہ تبدیل نہ کیا۔ تعداد جیتنے کی خاطر جو بھی آپ فعل کریں گے وہ بے معنی ہے۔ آپ نے خدا جیتنے کی خاطر فعل کرنے ہیں۔

پس اگر آپ خود خدا سے کھوئے جا رہے ہیں ایک طرز عمل کے نتیجے میں تو پہلے اپنی فکر کریں۔ اگر آپ اپنی فکر کریں گے اور با خدا ہو جائیں گے تو خدا خود ان کی فکر کریگا۔ پھر آپ کے لئے سکیمیں بنانے کی ضرورت نہیں کہ کس طرح ان کو بلائیں۔ اپنے دل خدا کے لئے کھولیں۔ خدا کی خاطر تقویٰ اختیار کریں، خدا کی خاطر انکسار پیدا کریں اپنے اندر۔ اور ہر قسم کے کبر سے ایسا خوف کھائیں جس طرح بعض کوڑھیوں سے خوف کھاتے ہیں۔ جس طرح شیر سے بھاگا جاتا ہے ڈر کے مارے، اس سے بھی زیادہ کبر سے خوف کھائیں۔ اس سے زیادہ ہلاک کرنے والی اور کوئی چیز نہیں۔ اور یہ مخفی دروازوں سے اندر داخل ہوتا ہے۔ یہ بغیر آہٹ کے چلتا ہے اور جب انسان کے اندر داخل ہو جائے تو اس کے وجود پر قبضہ کر لیتا ہے۔ اور بسا اوقات عجز کا پیغام دینے والے عجز کا اظہار کرنے والے خود تکبر کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ باہر سے آنے والے خصوصیت کے ساتھ اپنی نگاہوں کو تبدیل کریں۔ خدا کا شکر ادا کریں کہ ان کو ایک غیر ملک میں ایسی دنیا کمانے کی بھی توفیق ملی جسے وہ دین کی طرف منتقل کر سکتے ہیں اور اگر نہیں کر سکتے تو ان کا آنا بیکار، انہوں نے اپنی روحوں اور اپنی اولادوں کے سودے کئے ہیں اس ملک سے۔ اگر خدا نے آپ کو دیا ہے تو اس خیال سے خدا کے حضور جھکیں اور اس کا شکر ادا کریں کہ خدا تو نے ہمیں وہ کچھ دیا جس کی تمنا تھی کہ ملتا تو ہم خدا کی راہوں میں خرچ کرتے۔ ملتا تو بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے خرچ کرتے۔ پہلے خالی ہاتھ تھے حسرتیں تھیں۔ اب خدا نے ہاتھ بھرے ہیں تو حسرتیں پوری کرنے کا زمانہ آیا، امنگیں پوری کرنے کا زمانہ آگیا۔ اگر یہ احساس پیدا ہوگا تو کتنا شکر آپ کے دلوں میں پیدا ہوگا۔ پھر ان بھائیوں کو، ان پسماندہ لوگوں کو اٹھائیں، ان کو سینے سے لگائیں کیونکہ یہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کا اسوہ ہے۔

قرآن سے آپ نے جو کچھ سیکھا اسے اس حیرت انگیز شان کے ساتھ اپنے وجود میں داخل کر دیا۔ کہ ہمیشہ کیلئے حسین ترین نمونے دنیا کے سامنے ایسے پیدا ہوئے کہ ان کی کوئی مثال آپ کو کہیں دکھائی نہیں دے گی۔ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے غریبوں کے ساتھ ایسی محبت کی ہے کہ اصحاب صفہ وہ لوگ ہیں جو غرباء میں سے رسول اللہ ؐ کی محبت کے نتیجے میں مسجد میں آکے بیٹھ گئے۔ یہ جوابی پیار کیسے پیدا ہوا اگر پہلے حضرت رسول اکرم ﷺ کے دل میں پیار پیدا نہیں ہوا تھا۔

بعض لوگ اپنی بیوقوفی یا نہ سمجھی سے یہ گمان کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ سب کے سب وہ لوگ

تھے جو بیکار تھے۔ جن کو دنیا کی کمائی کے ڈھنگ نہیں آتے تھے اور اس کے نتیجے میں جس طرح درویش لُولے لنگڑے وہاں اکٹھے ہو جایا کرتے ہیں بعض جگہوں پہ جہاں کھانا مفت ملتا ہے اس طرح اصحاب الصفہ بھی آ گئے چونکہ نیک تھے اس لئے مسجد میں آ کے بیٹھ گئے بجائے کسی اور یتیم خانے میں جانے کے۔ بالکل غلط اور جھوٹا تصور ہے۔ وہ صاحب عظمت و وقار لوگ تھے۔ ان میں ایسے تھے جو دنیا کمانا جانتے تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے اپنے آپ کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے عشق میں آپ کے حضور حاضر کر دیا اور غربت قبول کی تھی کیونکہ جانتے تھے کہ غربت میں ان کو زیادہ پیار ملتا تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔

ابو ہریرہؓ کے حالات دیکھیں ساری عمر بڑی اچھی ٹھاٹھ کی زندگی گزاری لیکن جب آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے تو اس خیال سے کہ اس پیارے رسول کی پیاری باتیں جو میں پہلے زمانوں میں نہیں سن سکا وہ سننے کا بس ایک ہی طریقہ ہے کہ مسجد کے ساتھ بیٹھ جاؤں، مسجد ہی کا ہو رہوں تا کہ جب بھی رسول کریم ﷺ باہر تشریف لائیں میں ساتھ جا سکوں، جب بھی کچھ فرمائیں میں سن سکوں، چہرہ دیکھ سکوں۔ چنانچہ وہ جن کے متعلق آپ جانتے ہیں کہ بعض دفعہ فاقوں سے بیہوش ہو جایا کرتے تھے۔ یہ تھی ان کی غربت کی وجہ اور غربت کے نتیجے میں آپ نے دوسروں سے زیادہ پیار پایا کیونکہ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تلاش کرنا ہو تو غریبوں اور مسکینوں میں تلاش کرو۔ آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن بھی خدا مجھے غریبوں میں اٹھائے گا، کمزوروں میں اٹھائے گا کیونکہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں۔ (مستدرک للحاکم۔ کتاب الجہاد، حدیث نمبر ۲۵۰۹) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں وہیں تمہیں اٹھاؤں گا جن سے تم پیار کرتے ہو۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے خود ایک موقع پر ایک صحابی سے کہا جس نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ دعا کریں کہ میں قیامت کے دن میں آپ کے ساتھ اٹھایا جاؤں، آپ کا قرب عطا کیا جاؤں۔ آپ نے فرمایا تم میں کیا بات ہے اس نے کہا میں عشق کرتا ہوں آپ سے اور مجھ میں کیا بات ہونی تھی۔ میں تو محبت کرتا ہوں آپ نے فرمایا ہاں وہ شخص جو کسی سے محبت کرتا ہے اس کے ساتھ اٹھایا جائیگا۔ (بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی حدیث نمبر ۶۳۸۸) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں غریبوں کے ساتھ اٹھایا جاؤں گا۔ غریبوں میں مجھے دیکھنا قیامت کے دن، بتاتا ہے کہ غریبوں سے بڑھ کر آپؐ ان سے محبت کرتے تھے۔ پس غریب بھی آپ کے گرد اکٹھے ہوئے اور امیر

بھی امارتوں کو لاتیں مار کر امارتوں کو دھتکار کر آپ کے قریب اکٹھے ہو گئے اور وہاں جو بھی غریب تھے وہ عشق کی خاطر غریب ہوئے تھے، محمد مصطفی ﷺ کے پیار کی خاطر غریب ہوئے تھے۔ اور ایسے خزانے انکو عطا ہوئے، ایسی ان کو نعمتیں ان عطا ہوئیں کہ آج ان کا نام اگر کوئی مسلمان امیر سے امیر بھی ہو، بڑی سے بڑی بادشاہت بھی اس کو عطا ہوئی ہو وہ انکا نام لیتے وقت ان پر سلامتی بھیجتا ہے۔ اس کا سر جھکتا ہے ان کی عظمتوں کے سامنے۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کا حضرت نوحؑ نے اجمالاً ذکر کیا تھا۔ پس غریبوں سے سچی محبت حضرت محمد مصطفی ﷺ کا اسوہ ہے۔ جہاں تک رنگ و نسل کا تعلق ہے آپ جانتے ہیں کہ بلالؓ کو کیا عظمت نصیب ہوئی۔ ایک سیاہ فام انسان ہی تو تھا اور وہ بھی غلام۔ لیکن حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے زمانے میں جب ان کو دیکھتے تھے تو سیدنا بلال کہہ کر اٹھ کھڑے ہوا کرتے تھے۔ (مستدرک حاکم معرفۃ صحابہ ذکر بلال) عجیب مذہب تھا اور عجیب اس مذہب کی شان تھی کہ محمد مصطفی ﷺ اس مذہب کے آئینے کے طور پر چنے گئے۔ اس لئے اپنی ذات کو مٹا دیا اور کلیۃً قرآن کو سامنے کر دیا۔

آنحضرت ﷺ کی شفقت آپؐ کے پیار، آپؐ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ ایک ایسا شخص جو نہ صرف یہ کہ انتہائی غریب تھا بلکہ اس کا رنگ سیاہ، اس کا حلیہ اتنا خراب کہ دنیا کے بدصورت ترین آدمیوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ بعض لوگ اس کی طرف دیکھتے نہیں تھے کیونکہ دیکھ کر گھبراہٹ ہوتی تھی اور خوف طاری ہوتا تھا اتنی منحوس صورت، مزدور تھا مزدوری پیشہ کر کے اپنی روٹی کا انتظام کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ اسی حال میں سوچتا ہوا ایک جگہ کھڑا تھا۔ میرا کیا حال ہے میں کس خاطر پیدا کیا گیا ہوں۔ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ وہاں سے گزرے آپؐ نے جس طرح مائیں پیار سے بچوں کی آنکھیں بند کر لیا کرتی ہیں۔ اس طرح آگے بڑھ کر اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ دیکھتے ہیں کہ بوجھتا ہے کہ میں کون ہوں۔ پیار کا اظہار تھا۔ وہ جانتا تھا کہ محمد مصطفی ﷺ کے سوا کوئی نہیں ہے جو ایسی محبت کرنے والا ہو غریبوں اور مسکینوں سے۔ جانتا تھا کہ وہی ہیں۔ اس کے باوجود اس کو ایک عظیم موقع میسر آیا اور اس نے اپنے پسینے سے شرابور جسم کو اپنے بدبودار کپڑوں کے ساتھ حضرت اقدس محمد ﷺ کے ساتھ ملنا شروع کیا۔ ہاتھ پھیرنے شروع کیئے، یہ بہانہ بنا کر گویا میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ہے کون؟ آخر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کون ہوں میں؟ اس نے کہا کہ آپؐ

کے سوا ہو کون سکتا ہے۔ میں تو صرف اس خوش نصیبی سے فائدہ اٹھا رہا تھا کہ زیادہ سے زیادہ میرا جسم آپ کے ساتھ لگے، مس ہو، میں اپنے ہاتھوں سے آپؐ کے پیارے جسم کو ٹٹولوں ۔ یہ قسمتیں کہاں نصیب ہوا کرتیں ہیں۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے سوا کون پوچھ سکتا ہے جسے دنیا میں کوئی بھی نہیں پوچھتا۔ آج اگر بازار میں بیچنے جائیں تو کوئی میرا خریدار نہیں ہوگا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہرگز نہیں آسمان کا خدا تمہارا خریدار ہے۔ تم اس کی نظر میں محبوب ہو اور اس کی نظر میں عزت رکھتے ہو۔ (مسند احمد جلد ۳ صفحہ 161 مطبوعہ بیروت)

یہ اسلام ہے، یہ وہ اسلام جو ہم نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھا۔ اگر یہ اسلام لے کر آپ امریکہ کی گلیوں اور بازاروں میں نکلیں تو اس اسلام نے بہر حال غالب آنا ہے۔ کوئی دنیا کی طاقت اس اسلام کی کشش سے قوموں کو بچا نہیں سکتی پھر۔ کشاں کشاں وہ آپ کی طرف چلے جائیں گے کیونکہ آپ محمد مصطفی ﷺ کے خلق کے ایلچی بن جائیں گے۔ محض آپ کے پیغام کے زبانی ایلچی نہیں رہیں گے اور آج کی دنیا زبانی پیغاموں کے سفیروں کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتی۔ آج تو بڑی بڑی طاقتوں کے سربراہ بھی اب ان صلحوں کے جھوٹے سفیر اور محبت کے جھوٹے سفیر ہیں۔ آپ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق کے سچے سفیر بن کے دیکھیں کہ آپ کو خدا کیسی عظمتیں عطا کرتا ہے اور ان لوگوں سے پیار کرنا سیکھیں۔

میں تو جب بھی ان سے ملتا ہوں میرے وہم وگمان میں بھی کوئی رنگ کا فرق نہیں آتا۔ نہ مجھے کالے نظر آتے ہیں نہ مجھے سفید نظر آتے ہیں۔ مجھے تو اللہ کے نور سے مزین دکھائی دیتے ہیں۔ ان میں سے ایسے ایسے لوگ میں جانتا ہوں جن کا عشق خدا سے دل بھرا ہوا ہے اور راتوں کو اٹھ کر تہجد پڑھتے ہیں۔ غربت کے باوجود خدا کی راہ میں مالی قربانی میں پیش پیش ہیں ایسی محبت رکھتے ہیں احمدیت سے کہ ان کے چہرے بشرے سے جھلکتی ہے، ان کی آنکھوں سے ڈھلکتی ہے آنسو بن کے بعض دفعہ جذبات سے بے قابو ہو کر اس طرح سینے سے لگتے ہیں کہ سسکیوں کی آواز سے کچھ سمجھ نہیں آرہی ہوتی کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں تو ان کو دیکھتا ہوں میں خدا کے نور کے سوا ان میں اور کوئی چمک نہیں دیکھتا۔ بے اختیار میرا دل ان کی محبت میں اچھلتا ہے۔ میری روح ان کے پیار سے وجد کرنے لگتی ہے۔

آپ نے بھی تو میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور میں نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ آپ ایسا ہی بنیں ورنہ آپ اپنے عہد بیعت میں سچے نہیں ہوں گے اور جب تک آپ ایسا نہیں بنیں گے آپ امریکہ کی تقدیر کو نہیں تبدیل کر سکیں گے۔ لاکھ پاکستانی یا لاکھ عرب یا لاکھ انڈونیشین یا ملائشین یا بنگالی یہاں آ کر آباد ہو جائے۔ جب تک حضور اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور لے کر نہیں نکلتا وہ اس قوم کو فتح نہیں کر سکتا۔

جن کو آپ ادنیٰ سمجھتے ہیں نعوذ باللہ من ذالک یا یہ دیکھتے ہیں کہ دنیا ان کو ادنیٰ سمجھتی ہے۔ ان کے اندر ہیرے جواہر ہیں بڑی عظیم طاقتیں مخفی ہیں اور وہ خدا کے پیار کو قبول کرنے کے لئے ان باقی قوموں سے زیادہ تیزی کے ساتھ آگے بڑھنے کے لئے تیار ہیں کیونکہ ان میں محرومی کا احساس ہے۔ وہ قومیں جن کو سب کچھ مل چکا ہو وہ متکبر ہو جایا کرتی ہیں جیسا کہ میں نے بیان کیا حضرت نوحؑ نے فرمایا ہے کہ تم تو اندھے ہوئے ہو اپنی دولت میں ۔ میں تمہیں کیسے دکھادوں کہ نعمتیں وہاں نہیں ہیں یہاں ہیں۔ ان کو خدا تعالیٰ نے ان کی غربت کی بنا بصیرت عطا فرمادی ہے۔ ان کے احساس محرومی نے ان کو تیار کر دیا ہے کہ وہ نعمت جو ان کی طرف آئے وہ اسے قبول کریں۔ پس اس احساس سے ان کو فائدہ اٹھانے دیں، آپ ان کی راہ میں حائل نہ ہوں۔ اُن تک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و خلق کا پیغام پہنچائیں۔ پھر دیکھیں کس طرح اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی کایا پلٹتا ہے۔

یہ وہی قومیں ہیں جو شراب کے نشے میں دھت جو دن رات میوزک اور بعض دفعہ Drugs کے عادی ہو کر اپنی زندگیوں کو گنوا رہے ہیں۔ انہی میں سے احمدی نکلیں اور آپ دیکھیں ان میں سے کتنی کایا پلٹ گئی ہے ان لوگوں کی۔ ایک احمدی ایسے میوزیشن ہیں یہاں جو اپنے وقت میں اتنی تیزی کے ساتھ میوزک میں ترقی کر رہے تھے کہ بہت جلد انہوں نے امریکہ کی سطح پر شہرت حاصل کر لی اور ان کے متعلق ماہرین کا خیال تھا کہ یہ All Time Best یعنی ایسے عظیم الشان میوزیشن بن جائیں گے کہ گویا ان کو یاد کیا جائے گا اپنے زمانے کے بہترین تھے احمدی ہوئے نہ میوزک کی پرواہ کی، نہ میوزک سے آنے والی دولت کی طرف لالچ کی نظر سے دیکھا۔ سب کچھ یک دفعہ، یک قلم منقطع کر دیا۔ وہ درویشانہ اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ باقاعدگی سے تہجد پڑھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیتے ہیں تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ویسا عشق ہے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے آقا

سے عشق تھا۔ رنگ بدلے ہوئے ہیں، کیفیت ہی اور ہو چکی ہے اور لوگ ان کو دیکھتے ہیں ان کو پتا نہیں کہ ان کے بھیس میں کیا وجود پھر رہا ہے۔ میں نے ان سے بارہا، مدت سے میں جب واقف ہوں۔ ان سے بارہا باتیں کی ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کی دعاؤں کو سنتا ان کو جواب دیتا۔ ان سے رحمت اور شفقت کا اظہار فرماتا ہے۔ آپ کو کیا پتا کہ کتنے کتنے عظیم الشان جوہر قابل یہاں موجود ہیں اور اگر ہم نے نعوذ باللہ من ذالک ان کی قدر نہ کی تو خدا ہماری قدر نہیں کرے گا۔ ہماری ذرہ بھر پرواہ نہیں کرے گا۔

اس لئے اپنی کیفیت بدلیں، اپنے حالات تبدیل کریں اور جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جن کا میں ذکر کر رہا ہوں جو احمدیوں کا اپنی حالت بدل کر مجھے بھی بے انتہا پیارے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ خدا کو بہت پیارے ہیں ورنہ مجھے بھی پیارے نہ ہوتے۔ ان کو میرا یہ پیغام ہے کہ آپ اسلام سے عظمت کردار حاصل کریں، استغنا حاصل کریں۔ آپ کو بھی اسلام ایک خاص اسلوب زندگی سکھاتا ہے۔ اسلام آپ کو بتاتا ہے کہ آپ آزاد ہو گئے ہیں ہر قسم کے Complexes ہر قسم کے احساسات کمتری سے۔ جب آپ نے خدا کو پایا یہ سمجھ کر کہ خدا کو پایا تو پھر احساس کمتری کی گنجائش ہی کون سی باقی رہ جاتی ہے۔ پھر کیوں آپ حساس ہو جاتے ہیں اس بات پہ کہ فلاں نے مجھے یوں دیکھا اور فلاں نے مجھے یوں نہیں دیکھا۔ حضرت نوحؑ کیوں نہیں حساس ہوئے۔ حضرت نوحؑ کے ماننے والے غریب کیوں نہ حساس ہوئے۔ یہی وہ آیات ہیں جو آپ کو بھی پیغام دے رہی ہیں، آپ سے بھی تو مخاطب ہیں۔ ایک خدا کا عظیم الشان بندہ جو خدا کو اتنا پیارا تھا اور اسکے چند ماننے والے اتنے پیارے تھے کہ ان کو باقی رکھنے کے لئے اس علاقے کے ہر دوسرے انسان کو خدا نے ہلاک کر دیا۔ اس عظیم الشان وجود کو اور اس کو ماننے والے خدا کے پیاروں کو اس قدر ذلت سے دنیا دیکھتی تھی، اس قدر ہنسی کا سلوک کرتی تھی، اس قسم کی تحقیر کے ساتھ ان سے معاملہ کیا جاتا تھا کہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ جب وہ کشتی بنا رہے تھے تو آتے جاتے قوم کے سردار اور دوسرے قہقہے اڑاتے اور مذاق کرتے، یہ دیکھو جی پاگل کے بچے، کیا ہو گیا ہے ان لوگوں کو۔ حال یہ ہے کہ روٹی میسر نہیں، حال یہ ہے کہ ہم جس وقت چاہیں انہیں ذلیل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بچائے جائیں گے اور تم لوگ ہلاک ہو جاؤ گے۔ ان کے اندر کیوں احساس کمتری پیدا نہیں ہوا۔ اس لئے کہ ان کا ایمان سچا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ

وہ خدا کے ہو چکے ہیں وہ دوسروں پر رحم کیا کرتے تھے۔اس لئے اگر کوئی آپ سے ایسا سلوک کرتا ہے تو آپ ان پر رحم کریں نہ کہ اس کے ردعمل کے نتیجے میں آپ کہیں کہ یہ ہم سے ایسا سلوک کرتا ہے ہم بھی ہم پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔اپنے خدا سے پیچھے ہٹیں گے،اپنی بھلائی سے پیچھے ہٹیں گے۔خود اپنے سے بے وفائی کریں گے۔کیوں یہ نہیں سمجھتے کہ اسلام آپ کا ہے اور خدا آپ کا ہے۔اگر کوئی باہر سے آنے والا اس خدا اور اسلام سے برگشتہ ہو رہا ہے اپنے اخلاق اور اپنی قدروں میں تو آپ کو کیا حق ہے یا کیسی عقل ہے کہ آپ خود برگشتہ ہونے لگیں۔آپ کو یہ احساس پیدا ہونا چاہئے اللہ آپ کا ہو چکا ہے۔آپ کو کوئی پرواہ نہیں ہونی چاہئے کون کس طرح آپ کو دیکھتا ہے اور یہ عظمت آپ کے اندر پیدا ہوگئی تب آپ اس ملک میں غالب آئیں گے۔

مذہبی اقدار چھوڑ دیں،نفسیاتی لحاظ سے میں آپ کو بتاتا ہوں ایک لازمی حقیقت ہے جسے اگر کوئی قوم بھول جائیگی تو کبھی بھی فلاح نہیں پاسکتی۔وہ قومیں جو احساس کمتری سے آزاد ہو جایا کرتی ہیں جو سیدھی راہ پہ چلنا جانتی ہیں قطع نظر اس کے کہ کوئی ان کو دیکھ رہا ہے کہ نہیں دیکھ رہا،کوئی ان کی عزت کر رہا ہے یا نہیں کر رہا۔یہی وہ قومیں ہیں جو انبیاء کی کوک سے جنم لیا کرتی ہیں۔انبیاء یہ قومیں بنایا کرتے ہیں اور اس کے بعد بڑی بڑی قومیں ہلاک ہو جایا کرتی ہیں اور یہ قومیں عظمت پاتی ہیں کیونکہ وہ خدا کے نام سے عظمت پاتی ہیں۔

اس لئے آپ خوش نصیب ہیں کیوں نہیں سمجھتے کہ آپ کو ہرگز کوئی ضرورت نہیں ہے کوئی آپ کو سینے سے لگائے یا نہ لگائے۔آپ وہ بنیں جو سینوں سے لگائیں اور احسان کے طور پر لوگوں کو سینوں سے لگائیں کیونکہ خدا نے آپ کو چن لیا رحمت کے لئے اور نعمتوں کیلئے۔اس لئے ضروری ہے کہ ہر احساس کمتری سے ہر احمدی آزاد ہو جائے۔وہ جن کے رنگ نسبتاً صاف ہیں اور جن کو خدا نے نسبتاً زیادہ دولتیں عطا کی ہیں ان کا احساس کمتری بھی ان کو ہلاک کرسکتا ہے اور ضرور کر دیگا اگر وہ اس سے باز نہ آئے اور وہ قومیں جو بظاہر دنیا میں کم درجے پہ شمار کی گئی ہیں اگر وہ احساس کمتری کا شکار ہوں گی تو ان کو بھی احساس کمتری ہلاک کر دے گا۔

آنحضرت ﷺ نے یہ سارے راز ہمیں سکھا دیئے ہیں۔دنیا کا سب سے بڑا ماہر نفسیات آدم سے لے کر آخری انسان تک جتنے بھی لوگ پیدا ہوئے ان میں سب سے اونچا ماہر نفسیات

حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ ہیں کیونکہ آپ اللہ کے مزاج شناس تھے خدا نے اپنا مزاج آپ کو بتایا تھا جسنے انسان کی فطرت پیدا کی اور وہی ایک راہ ہے جس سے انسانی فطرت کا معائنہ کیا جا سکتا ہے۔ تعصّبات سے پاک خالص اللہ کی نظر سے انسان کو دیکھا جائے تو کوئی عارضی پردہ حائل نہیں ہوسکتا انسان کے مطالعہ اور فطرت کے درمیان۔ اس لئے میں آپ کو بتارہا ہوں کامل یقین کے ساتھ حکمت کی بنا پر کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ سے بڑھ کر فطرت کا مطالعہ کرنے والا نہ کبھی پیدا ہوا اور نہ کبھی آئندہ پیدا ہو سکتا ہے اور آپ نے فرمایا ایک موقع پر کہ خدا کو جو لوگ بہت ہی ناپسند ہیں ان میں سے ایک قسم وہ ہے جو غریب اور بے حال ہونے کے باوجود متکبر ہیں۔ (مسلم کتاب الایمان حدیث نمبر: ۱۹۷) یہ احساس کمتری کی تفصیل بیان فرمائی جارہی ہے۔ وہ لوگ جن کے پاس کچھ نہ ہو یا غریبانہ حالت میں زندگی بسر کرتے ہوں یا قومیں ان کو تحقیر کی نظر سے دیکھتی ہوں اگر وہ آگے سے تکبر کا اظہار کریں گے تو یہ تکبر احساس کمتری سے پیدا ہوتا ہے کہ اچھا اب ہم ان کو بھی ذلیل دیکھنا شروع کریں گے اور ذلیل کرنا شروع کریں گے فرمایا اللہ ان کو بڑی نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ تو بجائے اس کے کہ اس حالت کے نتیجے میں آپ خدا کی محبت کے سودے کریں کیوں خدا کی نفرت اور خدا کے غضب کے سودے کرتے ہیں۔ آپ خدا کے ہوگئے تو خدا کی قسم آپ عظیم ہو چکے ہیں کیونکہ خدا سے جو بھی تعلق جوڑ لے وہ عظیم ہو جایا کرتا ہے پھر اس جھوٹے احساس کمتری کا شکار کیوں ہوتے ہیں، کیوں شیطان کو موقع دیتے ہیں کہ آپ کے دل میں یہ خیال پیدا کرے کہ گویا وہ لوگ زیادہ ہیں اور آپ کم ہیں۔

اگر یہ آپ جذبہ پیدا کرلیں اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی سیرت کا یہ رنگ اپنے اندر داخل کرلیں تو میں آپ کو بتاتا ہوں کہ احمد یہ سوسائٹی میں تفریق پیدا کرنے والا کوئی وجود کامیاب نہیں ہوسکتا۔ آج آپ کے اندر منافق بھی ہیں، آج آپ کے اندر بیوقوف بھی ہیں، احساس کمتری کا شکار جاہل لوگ بھی ہیں اور باہر کی قومیں آپ کے اندر ایجنٹ بھی داخل کر رہی ہیں کہ کسی طرح آپ کے اندر تفریق پیدا کر دیں اور شیطان اسی طرح کی تفریقیں پیدا کیا کرتا ہے۔ یادرکھیں کہ مومن کہ اندر کوئی دنیا کی طاقت تفریق پیدا نہیں کر سکتی۔ اس لئے ہر وہ شخص خواہ وہ احساس کمتری کے نتیجے میں یا شیطانیت کے نتیجے میں آپ کے اندر ایسی باتیں کرے جس کے نتیجے میں آپ کا اپنے بھائی سے دل بدظن ہورہا ہو جس کے نتیجے میں آپ سمجھیں کہ آپ کی محبت میں کوئی فرق پڑ رہا ہے جس کے نتیجے میں

آپ سمجھیں کہ جماعت کی نمائندہ تنظیم کے نمائندہ جو لوگ ہیں ان کی عزت، ان کے احترام، ان کے اطاعت کے جذبے میں فرق آرہا ہے تو جان لیں کہ وہ خدا کی طرف سے بولنے والا نہیں، وہ شیطان کی طرف سے بولنے والا ہے۔ ایسے انسان کو رد کریں اور اگر آپ میں سے ہر ایک یہ طریق اختیار کر لے تو احمدیت کے اندر کوئی شیطانی جذبہ سرایت نہیں کر سکتا۔

میں تو حیران ہوتا ہوں دیکھ کر کہ بعض لوگ اس اثر کو قبول کر لیتے ہیں اور پھر مجھ سے شکایت کرتے ہیں کہ جی! فلاں نے ہم سے یہ سلوک کیا فلاں نے بچے کے امتحان میں اس لئے پاکستانی بچے کو پاس کر دیا کہ وہ پاکستانی تھا یا اس کا رنگ بہتر تھا یا دولت مند تھا اور ہمارے بچے کو جو زیادہ نمبر لینے کا مستحق تھا اسے قرآن یا نظم میں پیچھے کر دیا۔ میں حیرت سے ان کو دیکھتا ہوں کہ اگر ایسا کیا تو کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ خدا کے ہیں اور خدا خود آپ سے پیار کا سلوک کرے گا۔ خدا کی خاطر جو بھی قوم قربانی کرتی ہے جو شخص قربانی کرتا ہے اس کا مرتبہ خدا کی نظر میں بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے اگر یہ سلوک ہوا تو آپ تب بھی مراد پا گئے۔ اس بیوقوف پر رحم کریں جس کا حق نہیں تھا اگر واقعی اس کا حق نہیں تھا وہ انعام پا گیا۔ وہ تو جاہل ہے وہ تو جانتا نہیں کہ اس کو کیا دیا جا رہا ہے۔

حضرت محمد مصطفی ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تم میں سے دو فریق جھگڑا لے کر میرے پاس آئیں اور کوئی اپنی چرب زبانی کی وجہ سے، زیادہ چالاکی کی وجہ سے اس طرح معاملہ پیش کرے کہ میں حقدار کی بجائے کچھ حصہ حق کا ناحق کی طرف منتقل کر دوں تو اس کے نتیجے میں یہ نہ سمجھیں کہ چونکہ میں نے فیصلہ کیا ہے اس لئے وہ اس کا حقدار ہو گیا۔ اس نے صرف جہنم کا ایک ٹکڑا کمایا ہے اس سے زیادہ اس کو کچھ بھی نصیب نہیں۔ (ابوداؤد کتاب القضاء: ۳۱۱۲)

پس اگر حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ **نعوذ باللہ من ذالک** حالات سے لاعلمی کے نتیجے غلط فیصلہ کر سکتے ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ نہیں کر سکتے مثال کے طور پر پیش فرما رہے ہیں۔ مگر مثال یہی بتاتی ہے کہ اگر وہ کر سکتے تو ادنیٰ ادنیٰ بندے بعض دفعہ جان کر نہیں لاعلمی کے نتیجے میں فیصلہ غلط کر دیا کرتے ہیں۔ اس لئے جب آپ اس کے مقابل پر یہ ردعمل دکھائیں گے تو دو جرموں کا ارتکاب کریں گے۔ اول یہ کہ اپنے بھائی پر بدظنی کی۔ آپ نہیں جانتے کہ اس نے کیوں فیصلہ کیا۔ دوسرے یہ کہ واقعۃً اپنے آپ کو ذلیل سمجھا کہ گویا ہم سے کچھ چھین لیا گیا ہے۔ آپ سے کوئی کچھ نہیں چھین سکتا یہ تو

سارے سلسلے ہی رضائے الٰہی کے سلسلے ہیں، رضائے الٰہی کو کوئی کس طرح زبردستی چھین سکتا ہے۔ آپ کا مرتبہ خدا کی نظر میں ضرور بڑھتا ہے اس وقت۔ جب آپ جائز حق سے محروم کئے جاتے ہیں اور اس کا مرتبہ جو نا جائز حق لیتا ہے ضرور گرتا ہے خدا کی نظر میں۔ اس لئے اسلام ایک محفوظ مقام ہے سچے مسلمان کو کسی طرف سے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا۔

اس لئے اپنے اندر وہ احترام پیدا کریں اپنا جو خدا سے تعلق کے نتیجے میں لازماً پیدا ہو جایا کرتا ہے۔ جو انکساری کے ساتھ ساتھ رہنا جانتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ جانتے تھے کہ وہ کتنے محترم ہیں اس کے باوجود وہ اس کے باوجود منکسر المزاج تھے۔ یہ توازن ہے جو اسلام پیدا کرتا ہے، یہ حسین شخصیتیں ہیں جو اسلام کے نتیجہ میں منصۂ شہود پر ابھرتی ہیں۔

پس خدا کرے کہ یہ جماعت ہو امریکہ میں جو پیدا ہو اور جو کمزوریاں ہیں وہ اللہ اپنے فضل سے دور فرمادے۔ کچھ آپ اپنے حالات کا جائزہ اپنے اندر ڈوب کے کرنا شروع کریں۔ کچھ اپنے بھائیوں کے جائزہ لے کر ان کو پیار اور محبت سے سمجھانے کی کوشش کریں۔ بہت ضرورت ہے کیونکہ اتنا بڑا کام ہمیں کرنا ہے اور ہم اتنا پیچھے رہ گئے ہیں وقت سے کہ بہت تیزی کے ساتھ ہمیں اپنے حالات کو درست کر کے خدا کی فوج میں لازماً شریک ہونا ہوگا۔ اگر ہم ایسا نہیں کر سکیں گے تو ان کو خدا کی خاطر جیتنے کے بجائے ہم اپنے بچوں کو شیطان کے ہاتھ فروخت کرنے والے ہوں گے۔ اگر آپ نے پھیلنا نہ سیکھا اگر آپ نے اپنے معاشرے کو دوسرے پر غالب کرنا نہ سیکھا تو دوسرا معاشرہ آپ پر غالب آجائے گا۔ آپ کمزور ہو جائیں گے، آپ کم ہونا شروع ہو جائیں گے۔ ان تاریخی اسباق سے نصیحت حاصل کریں۔ یہ غیر مبدل قوانین ہیں جو انسان کی تاریخ ہمیں سکھا رہی ہے۔ آپ سے کوئی الگ سلوک نہیں کیا جائے گا۔ یہ وہ سلوک ہے جو خدا نے ہمیشہ قوموں سے کیا اور ہمیشہ کرتا چلا جائے گا۔ اس لئے استغفار کے ساتھ دعا کرتے ہوئے اپنے حالات کا جائزہ لیں اور انکسار کے ساتھ عظمت کردار پیدا کریں۔ ہر وہ شخص جو بظاہر کسی سوسائٹی کی طرف منسوب ہوتا ہے وہ یہ عزم کرلے کہ میں نے محمد مصطفی ﷺ کی طرف اس طرح منسوب ہو جانا ہے کہ سوسائٹیوں کے فرضی رنگ بالکل غائب ہو جائیں اور اڑ جائیں اور باریک سے باریک فلم (جھلی) بھی میرے اور میرے بھائی کے درمیان باقی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

خطبہ ثانیہ کے دران حضور نے فرمایا:

یہاں کی جماعت کے لئے خصوصیت کے ساتھ اور عموماً جماعت کے لئے ایک پُر درد خبر ہے وہ یہ کہ ہمارے ایک بہت مخلص احمدی ڈاکٹر عبدالخالق صاحب جنہوں نے افریقہ میں وقف کے بعد بڑی عظیم الشان خدمات بھی سرانجام دیں اور یہ سارا خاندان ہی احمدیت کا بڑا فدائی خاندان ہے اچانک ان کو بہت صدمہ پہنچا ان کی اہلیہ خالدہ ادیب خانم، بڑی عمر بھی نہیں تھی زیادہ اور صحت بھی اچھی تھی، اچانک سمجھ نہیں آئی کہ کیا ہوا ہے لیکن اچانک بقضائے الٰہی وفات پا گئیں انا لله و انا اليه راجعون ۔ یہ ہمارے یہاں کی جماعت کے ایک مخلص کارکن جو خدا کے فضل سے جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ ڈیٹرائٹ بھی ہیں: ڈاکٹر بشیر الدین خلیل احمد صاحب ان کی خوشدامنہ بھی تھیں۔ اس لئے عموماً ہم سب کے لئے دکھ کا موجب ہے لیکن خصوصاً جماعت ڈیٹرائٹ کے لئے یہ دوہرا صدمہ ہے کہ ان کے ایک بہت اچھے کارکن کو یہ صدمہ پہنچا ہے۔ ان کی نماز جنازہ غائب جمعہ اور عصر کی نماز کے معاً بعد ہوگی۔ اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

خطبہ ثانیہ کے بعد فرمایا:

دعا کے لئے یہ بھی کہنا تھا کہ ڈاکٹر بشیر الدین خلیل احمد صاحب کا ایک بچہ بیمار ہے جس کی وجہ سے بچے کی والدہ بھی بہت پریشان تھی ان کو دوہری پریشانی ہوئی ہے۔ اس حالت میں چھوڑ کے جانا پڑا اور ڈاکٹر صاحب بھی پریشان ہیں ان کی صحت کے لئے بھی خصوصیت سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اعجازی شفا عطا فرمائے۔ آمین۔